بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

عید

یہاں کے رمضان کی سرگذشت تو میں سُنا ہی چکا ہوں، اب عید کا احوال بھی سُن لیجئے، جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، یہاں رویت ہلال کا اس موسم میں امکان کم ہی ہوتا ہے اس لئے محکمۂ موسمیات سے تحقیق کرنے کے بعد رمضان کے نقشہ کے ساتھ عید کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا کہ ۲۵ فروری کو بروز دوشنبہ عید ہوگی، اور چونکہ مسجد تو کوئی ہے نہیں، اس لئے نماز کا انتظام ایک گرجا میں جس کا نام یونائٹڈ چرچ ہے کیا گیا تھا، یہ جگہ میری جائے قیام سے کافی دور ہے اس لئے میرے ایک دوست حسن صدوقی جو ایرانی انجنیئر ہیں اور یہاں ایک بہت معزز عہدہ پہ فائز ہیں اور بڑے پکّے اور دیندار مسلمان ہیں وہ نو بجے اپنی کار لے کر آگئے، خواجہ محمد شفیع کو انھوں نے پہلے لے لیا تھا اور ہم ۹½ بجے چرچ پہونچ گئے، مسلمان مرد اور خواتین اور بچّے بنے ٹھنے خوش خوش پہونچنے شروع ہو چکے تھے۔ میں نے شمار کیا تو کچھ کم دو سو مسلمان تھے، اسلامک سنٹر کی قرارداد کے مطابق طے یہ ہوا کہ ڈاکٹر رشیدی امامت کریں گے اور میں خطبہ دوں گا۔ ٹھیک دس بجے سب لوگ نشست گاہ سے اٹھ کر نماز کے ہال میں آکر صف بستہ بیٹھ گئے۔ اب اسلامک سنٹر کے صدر کے اعلان کے مطابق ہر شخص نے فطرہ ادا کیا یہاں فقیر۔ گدا اور مسکین تو کہیں دوا میں بھی نظر نہیں آتا اس لئے فطرہ کی تمام رقم سنٹر جمع کرتا ہے اور اسے مسجد فنڈ میں ڈال دیا جاتا ہے" سوا دس بجے جماعت کھڑی ہوئی، ڈاکٹر رشیدی چونکہ شافعی المذہب ہیں اس لئے انھوں نے اسی مذہب کے مطابق نماز پڑھائی جس سے بے شبہ کم از کم پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بڑی الجھن پیش آئی ہوگی، انھوں نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات زوائد کہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ارسالِ ید

کسی میں نہیں کیا اور دوسری رکعت میں تکبیریں رکوع سے پہلے نہیں بلکہ بعد میں کہیں بہرحال نماز اور دعا دونوں ختم ہوگئیں تو میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا، میں نے اس موقع کو غنیمت جان کر عربی میں حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید کی آیت " لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ " الآیۃ۔ تلاوت کی اور اس کے بعد انگریزی میں تقریر کی۔ میں نے کہا :-

"میری زندگی کا یہ بڑا خوشگوار موقع ہے کہ آج میں مسلمانوں کے ایک بین الاقوامی اجتماع کو اس مبارک تقریب کے دن خطاب کر رہا ہوں، چونکہ یہ موقع آپ حضرات نے دیا ہے اس لئے میں صدق دل سے عید کی مبارکباد کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آج کا یہ دن اسلامی کیلنڈر کا بڑا اہم دن ہے، یہ خوشی اور شکر گذاری کا بھی دن ہے اور کچھ سوچنے اور غور کرنے کا بھی !

خوشی اور شکر گذاری اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ماہِ رمضان کے پورے روزے رکھ کر ہم ایک اہم فرض کی بجا آوری کر سکے اور اس لئے رضائے رب کے مستحق قرار پائے، اور سوچنا اور غور کرنا یہ ہے کہ ہم کون ہیں؟ اس عالم میں ہماری حیثیت کیا ہے؟ اور اس کا کیا تقاضہ اور کیا مطالبہ ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا میں ہر تعلق اور ہر رابطہ اپنے ساتھ کچھ فوائد و منافع لاتا ہے اور ساتھ ہی ذمہ داریاں اور فرائض بھی ! اس قاعدہ کے مطابق ایک شخص جب کلمۂ تشہد پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو اس کا قابلِ فخر فائدہ تو یہ ہے کہ وہ چند الفاظ زبان سے نکالنے کے بعد فوراً رحمۃ للعالمین کی حلقہ بگوش قوم کی برادری کا ایک فرد بن جاتا ہے، خوشنودی رب العالمین کا سزاوار ہوتا ہے، اور حسناتِ دینی و دنیوی کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں، مگر اس تعلق اور رابطہ کی ذمہ داریاں بھی ہیں، خدا کی یہ سنت رہی ہے کہ عالم میں جب کبھی اور جہاں کہیں گمراہی نے زور پکڑا اور فساد رونما ہوا ہے اُس کی اصلاح کیلئے برابر پیغمبر بھیجتا رہا ہے لیکن جب اس نے حضرت محمد رسول اللہ کو ایک جامع شریعت اور مکمل وہمہ گیر قانون زندگی کے ساتھ مبعوث فرمایا تو پیغمبروں کا یہ سلسلہ ختم کر دیا مگر ظاہر ہے دنیا میں شر و فساد کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، وہ تو برابر پیدا ہوتا رہے گا، تو اب سوال یہ ہے کہ پیغمبری کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ کی سنتِ قدیمہ کے مطابق اصلاح و سدِّ فساد کا فرض

کون انجام دے گا ؟

جواب یہ ہے کہ جہاں تک ہدایتِ ربانی کے اصول واحکام کا تعلق ہے اللہ نے اُس کی تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کردی، اس کے بعد کسی نئے اصول اور کسی نئے حکم کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے، اب جو کچھ بھی کام باقی ہے وہ انہیں اصول واحکام کی تشریح وتوضیح اور اُن کی تبلیغ و اشاعت ہے، اور یہ کام خدا نے مسلمانوں کے سپرد کیا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان مرد اور عورت کو یقین کرنا چاہئے کہ حضرت محمدؐ اللہ کے پیغمبر تھے اور ہم میں کا ہر فرد عالم انسانیت کی طرف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامبر ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے، وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط

اس لئے دنیا میں اگر کہیں کوئی فساد ہے تو اُس کو دُور کرنے اور اس کی اصلاح کرنے کی ذمہ داری نہ کسی اور کی ہے اور نہ اس کے لئے اب کوئی پیغمبر آئیگا، بلکہ یہ سرتاسر ہماری اپنی ذمہ داری ہے اور فساد جس قدر شدید ہوگا اسی قدر یہ ذمہ داری بھی شدید اور سخت ہوگی اور اگر ہم اس کو انجام نہیں دیں گے تو اُسی کے حساب سے باز پرس بھی سخت ہوگی، اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سب سے مقدم اور ضروری یہ ہے کہ ہم خود اُس پیغامِ محمدی کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اُس پر عمل کریں، یہ پیغامِ محمدی کیا ہے ؟ شروع میں میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی جامعیت اور بلاغت کے ساتھ اس پیغام کی رُوح اور اُس کے تمام ضروری اجزا کیجا بیان فرما دیئے ہیں"

اس کے بعد میں نے آیت کی تشریح کی اور آخر میں کہا :-

"حاصل یہ ہے کہ اسلام کے ظواہر احکام مثلاً قبلہ کی طرف رُخ کرنا اُن کی پابندی ضرور کرنی چاہئے لیکن ان سب کا جو اصل مقصد ہے اس پر نگاہ رکھنی چاہئے، اور اس مقصد کو چار عنوانات کے ماتحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) ایمان کا پختہ اور حقیقی ہونا، خدا سے محبت کرنا اور عبادت کے ذریعہ اس سے تقرب چاہنا (۲) اجتماعی زندگی میں سماجی فلاح وبہبود کے اداروں میں دل

کھولکر حصہ لینا (۳) معاملات میں راستباز و راست کردار ہونا اور (۴) مصائب و آلام اور شدائد میں ثابت قدم رہنا اور عظمتِ انسانی کو قائم رکھنا۔

خطبہ ختم ہوا ہی تھا کہ مصافحہ و معانقہ کی وہ بھرمار ہوئی کہ کلکتہ اور علی گڈھ یاد آگیا۔

یہ سب کچھ ہو گیا تو سنٹر کے صدر نے تمام بچوں کو عیدی تقسیم کی، اس کے بعد کچھ وقت آپس میں ملنے ملانے اور بات چیت میں صرف ہوا۔ یہاں تک کہ بارہ بج گئے تو لنچ شروع ہوا جو بڑا مکلّف تھا، دو بجے اس سے فراغت ہوئی، ریڈیو اسٹیشن کے لوگ پہونچ گئے تھے، انھوں نے نماز و خطبہ کی فلم لے لی اور شام کو چھ بجے خبروں کیساتھ فرانسیسی شعبہ میں اور دوسرے دن گیارہ بجے انگریزی سکشن میں ٹیلی ویژن پر اسے نشر کیا، یہاں سے فراغت کے بعد حبیب اللہ خاں صاحب مجھے اپنی کار میں اپنے مکان پر لے آئے، یہاں خواجہ محمد شفیع اور کچھ احباب بھی تھے،

خانصاحب کی بیگم، صاجزادگان، صاجزادی اور داماد بھی تھے، شب کے دس بجے تک یہ مجلس رہی، ظہر سے عشاء تک کی نمازیں سب نے باجماعت ادا کیں، شام کی چاء اور طعامِ شب یہیں کھایا۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے پھلوں اور کھانوں کے ساتھ خاص بھوپال کی بال سے باریک سوتیوں کا شیر اور مزعفر، شامی کباب کرفتے اور نسبتی چاول کی بریانی کھاکر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے یہاں بھی اپنے وطن کے عید کے دن کے کھانوں سے محروم نہیں رکھا، خانصاحب بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں، مجھ پر تو بیحد کرم فرماتے ہی ہیں۔ آپ بھی ان سے ملاقات کر لیجئے، خوش ہوں گے، موصوف دراصل پٹنہ (بہار) کے ہیں، ہماری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے پرانے گریجویٹ ہیں، یہاں سے فارغ ہو کر یورپ چلے گئے، اور وہاں سے ریاضیات میں اعلیٰ سند لے کر آئے تو گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمۂ مالیات میں ایک ممتاز عہدہ پر ملازم ہو گئے اور اس سلسلہ میں کئی سال دہلی میں رہ چکے ہیں، ۱۹۴۵ء میں جبکہ یہ بمبئی میں تھے ملازمت سے استعفادیکر کچھ اپنا ذاتی کاروبار کرنے لگے، تقسیم کے بعد ۱۹۵۱ء میں پاکستان منتقل ہو گئے، وہاں حالات ناساز گار پائے تو اللہ کا نام لے کر پورے گھر کے ساتھ یہاں مونٹریل پہونچ گئے، کچھ دن پریشانی تو اٹھانی پڑی۔ مگر آدمی تھے قابل اور لائق جلد ہی یہاں ایک بڑی ملازمت مل گئی۔ اور خدا کا شکر ہے بڑی عزت، نیکنامی اور خوش حالی کے ساتھ گذر کر رہے ہیں، بڑی خوبی یہ ہے کہ بڑے پکے مذہبی اور دیندار شخص ہیں، پنج وقتہ نمازیں تو درکنار تہجد تک پڑھتے ہیں، بچوں کی اسلامی تربیت کا بڑا خیال ہے،

رمضان میں بڑے سے لیکر چھوٹے لڑکے تک نے ایک روزہ ناغہ نہیں کیا، اللہ نے بیوی بھی جو پٹنہ ہی کی رہنے والی ہیں ایسی ہی نیک اور اللہ والی دی ہے، یہاں کے تمام اسلامی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں، مسجد کی تحریک کے بانی مبانی بھی ہیں، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ غیر معمولی ارادت وعقیدت ہے، ۱۹۵۱ء میں بیوی کے ساتھ فریضۂ حج ادا کر چکے تھے مگر گذشتہ سال حضرت جیلانیؒ کے مزار پر حاضری کا اچانک ولولہ پیدا ہوا تو بیوی کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے، پہلے دوبارہ حج کیا، پھر بغداد میں حاضری دی، اُس کے بعد تمام ممالکِ اسلامیہ، ہندوستان و پاکستان میں گھومے، یہ پورا سفر ہوائی جہاز سے کیا تھا اس لئے ایک مہینہ کچھ دنوں کے اندر اندر مونٹریل واپس پہونچ گئے، اوپر جن سوئیوں اور باسمتی چاولوں کا ذکر آیا ہے یہ انہیں اپنے ساتھ اسی سفر میں ہندوستان سے لائے تھے۔ اب ساتھ ہی موصوف کے داماد فرخندہ نژاد سے مل لیجئے، یہ بھی بڑی خوبیوں کے انسان ہیں ان کا نام ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر ہے، یہ دراصل امریکن خاص واشنگٹن کے رہنے والے ہیں، لسانیات کے ڈاکٹر اور ہمارے انسٹیٹیوٹ میں اسی مضمون کے پروفیسر ہیں، اپنے مضمون کی تحقیق کے سلسلہ میں ۱۹۵۲ء میں ہندوستان آئے تھے اور وہیں لکھنؤ میں مشرف باسلام ہوئے، عبدالرحمٰن ان کا اسلامی اور بارکر ان کا خاندانی نام ہے، ۱۹۵۹ء میں امریکہ اور برطانیہ کی ایک مشترکہ تعلیمی کونسل سے اُردو پر کام کرنے کیلئے ایک بڑا معقول وظیفہ ان کو ملا تو یہ انسٹیٹیوٹ سے تین برس کی رخصت لیکر مع بیوی کے پاکستان چلے گئے، اسی درمیان میں ہندوستان بھی آئے، اور وہاں کے غیر مہذب قبائل میں بڑی تکلیفیں اٹھا کر تین چار مہینے رہے اور ان لوگوں کی زبان سیکھی، دلی اور لکھنؤ سے سیکڑوں کی تعداد میں اُردو زبان کی پرانی پرانی اور کچھ نئی کتابیں خریدیں، پاکستان میں رہ کر اُردو کے جدید شعرا کا ایک مختصر انتخاب "محفل" کے نام سے شائع کیا۔ اُردو بڑی روانی اور عمدگی کے ساتھ بولتے اور لکھتے ہیں اب انگریزی بولنے والی قوموں کے لئے 'محفل' کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں اور ایک ضخیم اُردو انگریزی، اور انگریزی اُردو لغت تیار کر رہے ہیں، خواجہ محمد شفیع انہیں کے شریک کار ہیں، اپنے خسر خاں صاحب موصوف کی طرح یہ بھی بڑے دیندار ہیں، چہرہ پر ڈاڑھی بھی ہے، پنج وقتہ نماز کے سختی کے ساتھ پابند ہیں، رمضان میں پیچش کی سخت تکلیف ہوگئی تھی۔ مگر اس کے باوجود ڈاکٹر کی ہدایت کے برخلاف ایک روزہ قضا نہیں کیا، یہاں اسلامک سنٹر کے آج کل یہی صدر ہیں، پاکستان میں اپنا کام ختم کر کے میاں بیوی دونوں حجازِ مقدس گئے، حج و

زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی اور فراغت کے بعد ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے گذشتہ ماہِ ستمبر میں اپنی رخصت پوری کرکے یہاں واپس پہونچ گئے، حجاز میں ان کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ ان کا پاسپورٹ امریکہ کا تھا اور ان کا نام A. R. BARKAR اُس میں لکھا ہوا تھا، اس لئے حجاز کے افسرانِ متعلقہ کو شبہ ہوا کہ یہ شخص امریکہ کا جاسوس ہے اور حج کا بہانہ کر رہا ہے، آخر بڑی مشکلوں سے جب انہیں یقین دلایا گیا کہ یہ مسلمان ہیں تو چھٹکارا ہوا۔ مسلمان مرد مغربی ممالک کی عورتوں سے شادی عام طور پر کرتے ہی تھے، یہاں آکر دیکھا کہ مسلمان لڑکیاں بھی مغربی مردوں سے شادی کر رہی ہیں، ایک تو یہی واقعہ ہے اس کے علاوہ اور بھی چند واقعات دیکھے اور سُنے، مگر اب تک کوئی واقعہ ایسا میرے علم میں نہیں آیا کہ فریقِ ثانی کے اسلام قبول کئے بغیر کسی مسلمان لڑکی نے اُس سے نکاح کرلیا ہو، لیجئے یہ داستان ختم ہوئی، اس سے مقصد یہ دکھانا ہے کہ خدا جنھیں توفیق عطا فرماتا ہے وہ کافرانہ ماحول و فضا میں رہتے ہوئے بھی احکامِ الٰہی کی پابندی کرتے اور دین کی عزت و آبرو رکھتے ہیں اور جنھیں توفیق نہیں ہوتی وہ بلدۂ حرام و امین میں بھی رہتے سہتے ہتکِ محرمات و شعائر کرتے ہیں، اور درحقیقت اگر کوئی غور کرلے تو یہ خود بہت بڑا سبق ہے۔

خلفائے راشدین

اور اہلِ بیتِ کرام کے باہمی تعلقات

اس کتاب میں خلفائے برحق اور اہلِ بیتِ کرام کے مخلصانہ تعلقات کی ایک خوشگوار جھلک خاص انداز میں دکھائی گئی ہے اور اس سلسلہ کے بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو اس خوبی سے یکجا کیا گیا ہے کہ خلافتِ راشدہ کا مبارک دور نگاہوں میں گھوم جاتا ہے اور ایسے حقائق سامنے آجاتے ہیں جو حقیقی زندگی کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ "خلفائے راشدین اور اہلِ بیتِ کرام کے باہمی تعلقات" مشہور و معروف عالم و محقق علامہ زمخشری کی کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" کا صاف و سلیس ترجمہ ہے۔ علامہ زمخشری کی کتاب اس موضوع پر بہترین کتاب ہے، کتاب کے مترجم مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی ہیں جو بہت سی مفید کتابوں کے مؤلف و مترجم ہیں صفحات ۱۴۸ - قیمت مجلد ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶